اگر اظہار رائے کی آزادی کے تحفظ کیلئے کھڑے نہیں ہو سکتے تو ہمیشہ کیلئے خاموشی اختیار کر لیجئے

ویر سنگھوی

یہ ایک مذاق ہی تھا۔ پچھلے مہینے، وزیر اعظم نریندر مودی بیان کر رہے تھے کہ کس طرح ایمرجنسی میں اظہار رائے کی آزادی کو ختم کر دیا گیا تھا، جبکہ ان کی پولیس اور ان کے سیاسی اتحادی اس ایمرجنسی کی روح کو بحال کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اندرا گاندھی کی ایمرجنسی (جون ۱۹۷۵ء سے مارچ ۱۹۷۷ء) کے دوران بہت سی خوفناک چیزیں ہوئیں۔ حکومت نے پوری اپوزیشن کو قید رکھا تھا، آئین کے ساتھ کھلواڑ کیا تھا، نوجوانوں کی زبردستی نس بندی کی گئی تھی، بہت سے لوگوں کو تشدد کا نشانہ بنایا گیا تھا اور انہیں قتل کیا گیا تھا.... لیکن اظہار رائے کی آزادی چھیننے کی وجہ سے سب سے زیادہ نقصان عام آدمی کو ہوا تھا۔

ہم سب پریس سنسر شپ کے بارے میں جانتے ہیں، لیکن نوجوانوں کو شاید یاد نہ ہو (یا وہ اس سے واقف بھی نہ ہوں) کہ خوف کی فضا نے پوری شہری آبادی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ کچھ اس طرح کی صورتحال پیدا ہو گئی تھی کہ لوگ حکومت پر تنقید کرنے سے ڈرنے لگے تھے۔ ایمرجنسی کے ویلن سمجھے جانے والے سنجے گاندھی کے بارے میں کوئی تلخ بات کہنے سے پہلے لوگ ادھر ادھر جھانکتے تھے کہ کہیں کوئی سن تو نہیں رہا ہے۔ عوامی جگہ پر حکومت کے بارے میں مذاق کرنے کا مطلب مقدمے کی دعوت دینا تھا۔

میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ ایمرجنسی دوبارہ نافذ ہو گئی ہے لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ آج ہم ایک ایسے معاشرے میں جی رہے ہیں جہاں آزادی اظہار رائے پر حملے ہو رہے ہیں ہے اور سیاستدان اپنے خلاف بولنے والوں کے خلاف قانون کا غلط استعمال کر سکتے ہیں۔

ایسا بھی نہیں ہے کہ صرف مرکز میں بی جے پی کی حکومت ہی آزادی اظہار رائے کو دبا رہی ہے۔ صورتحال یہ ہے کہ تقریباً ہر ریاست میں حکمراں جماعت اپنے خلاف اختلاف یا تنقید کو روکنے کیلئے قانون اور پولیس کا استعمال کر رہی ہے۔ سب سے بری بات یہ ہے کہ کوئی بھی اس کی بھرپور مخالفت نہیں کر رہا..... نہ تو میڈیا، نہ ہی عدلیہ۔

امریکہ جیسے کچھ ممالک میں آزادی اظہار رائے کی ضمانت دی گئی ہے۔ کئی یورپی ممالک سمیت دیگر ممالک میں اظہار رائے کی آزادی تو دی گئی ہے لیکن نفرت انگیز تقاریر اور نسل پرستی وغیرہ کیلئے اظہار رائے کی آزادی نہیں دی گئی ہے۔ ہندوستان میں ہمیں قانون کا ایک نوآبادیاتی نظام وراثت میں ملا ہے جس میں اظہار رائے کی آزادی کو ترجیح نہیں دی گئی تھی۔

آزاد ہندوستان کے پرانے قائدین ملک کی تقسیم کی وجہ سے تکلیف میں تھے اور مستقبل میں علاحدگی کی تحریکوں کے حوالے سے خوفزدہ تھے۔ انہیں اس بات کا بھی خدشہ تھا کہ ہندوستان متحد رہ سکے گا یا نہیں۔ اسلئے انہوں نے بہت سے جابرانہ قوانین کو کتاب میں درج رکھا۔ ایمرجنسی بھی مکمل طور پر قانونی تھی اور آئین میں بنیادی حقوق سلب کرنے کی شق بھی باقی رکھی گئی تھی۔ ہندوستان بنانے والوں کا خیال تھا کہ ان کے بعد باگ ڈور سنبھالنے والے لیڈر ایماندار ہوں گے جو قوانین کا غلط استعمال نہیں کریں گے لیکن اس معاملے میں وہ غلط ثابت ہوئے۔ ایمرجنسی نے یہ ثابت کر دیا اور آج کے لیڈر روزانہ کی بنیاد پر اور بار بار یہ ثابت کر رہے ہیں۔ ایک لمحے کیلئے آج کے بڑے معاملات کو بھول جائیں۔ ٹویٹر اپنے پلیٹ فارم پر اظہار رائے کی آزادی پر قدغن کے خلاف کرناٹک ہائی کورٹ میں حکومت سے لڑ رہا ہے۔ خود ٹویٹر نے حکومت کی قربت پانے کیلئے جو کچھ کیا، اس کی وجہ سے مجھے اس کیلئے کچھ زیادہ عزت نہیں ہے (حالانکہ اس کی چالیں فیس بک اور واٹس ایپ جتنی خراب بھی نہیں تھیں)۔ اسلئے ہم اس معاملے میں نہیں پڑتے۔ آیئے ہم اس بات کو بھی بھول جائیں کہ ہندوستان کی جانب سے اظہار رائے کی آزادی کا احترام نہ کرنے پر دنیا بھر میں کس طرح کی تنقیدیں کی گئی ہیں کیونکہ یہ ایک اندرونی معاملہ ہے اور ہمیں اس کی پروا نہیں کرنی چاہئے کہ غیر ملکی کیا کہہ رہے ہیں؟

آیئے! ہم ان حقیقی مثالوں کو دیکھیں جو ہمیں زمین سے مل رہی ہیں۔ آلٹ نیوز کے شریک بانی محمد زبیر کی گرفتاری کے بارے میں کیا کہا جائے؟ ان کے خلاف درج مقدمہ محض ایک مذاق ہے۔ یہ ایک پرانے ٹویٹ پر مبنی ہے جس میں رشی کیش مکھرجی کی دہائیوں پرانی فلم کا حوالہ دیا گیا ہے۔ چونکہ حکام کو معلوم تھا کہ مقدمہ خود ہی خارج ہو جائے گا، اسلئے انہوں نے کچھ نئے اور غیر متعلقہ الزامات عائد کر دیئے اور اس کے درمیان اتر پردیش کی پولیس کو بھی ساتھ میں لے لیا۔ ایک کیس خارج ہوا تو دوسرا جاری رہے گا۔ ای ڈی بھی اس میں شامل ہوگا۔ اس طرح یہ سلسلہ چلتا رہے گا۔

اس کے علاوہ چھتیس گڑھ پولیس کی جانب سے زی نیوز کے اینکر روہت رنجن کو راہل گاندھی کی مسخ شدہ ویڈیو کو جاری کرنے پر گرفتار کرنے کی حالیہ کوشش پر بھی غور کیا جا سکتا ہے۔ کوئی یہ نہیں کہہ رہا کہ ویڈیو کو نشر ہونا چاہئے تھا... لیکن زی نیوز نے معافی مانگ لی ہے اور قانون میں اس طرح کی گنجائش ہے جو رنجن کے خلاف استعمال کئے جا سکتے ہیں۔ ایسے میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کانگریس کی حکومت والی چھتیس گڑھ پولیس کی ٹیم، اینکر کو گرفتار کرنے کیلئے اتر پردیش کیوں آئی؟ اس سے بھی بدتر بات یہ ہے کہ رنجن چھتیس گڑھ پولیس کے ہاتھوں پکڑے جانے سے بچ گیا کیونکہ یوپی پولیس اس کی مدد کیلئے سامنے آ گئی اور اسے ایک معمولی الزام میں حراست میں لے لیا جس کی وجہ سے اگلے دن اسے رہا کر دیا گیا۔

آج ہم کس معاشرے میں رہ رہے ہیں جہاں صحافیوں کو رپورٹنگ کیلئے گرفتار کئے جانے کا خطرہ ہے اور جہاں انھیں اپنی حفاظت کیلئے دوسری ریاستی حکومت اور اس کی پولیس پر انحصار کرنا پڑتا ہے؟

اسی طرح مراٹھی اداکارہ کیتکی چتالے کا معاملہ ہی لے لیں۔ انہیں مہاراشٹر پولیس نے ایک فیس بک پوسٹ کیلئے گرفتار کیا تھا جس میں کہا گیا تھا کہ ریاستی حکومت مہاراشٹر سابقہ حکومت کے 'گاڈ فادر' شرد پوار کی مخالف تھی۔ چتالے کے خلاف کوئی حقیقی مقدمہ نہیں ہے لیکن انہیں ایک ماہ سے زیادہ جیل میں گزارنا پڑا کیونکہ ان کے خلاف ۲۲ ایف آئی آر درج کی گئی تھیں۔ اسی لئے اسے ضمانت ملنے میں دیر ہوئی۔ میں ایسی کئی مثالیں دے سکتا ہوں۔ بات صرف میڈیا پر دباؤ کی نہیں ہے، جو اکثر حکومت کی لائن پر چل کر مطمئن ہو جاتا ہے، جیسا کہ ۱۹۷۵ء اور ۱۹۷۶ء میں ہوا تھا۔ آزادی اظہار پر حملے کا خطرناک اور تشویشناک پہلو یہ ہے کہ ایمرجنسی کے دوران کسی عوامی مقام پر گپ شپ کرنے والوں کو جو کہ اب فیس بک یا ٹوئٹر پوسٹس کی شکل اختیار کر چکی ہے، بھی حملے کی زد میں ہے۔

میں کسی دوسرے ملک کا تصور نہیں کر سکتا جو خود کو لبرل اور جمہوری کہتا ہو اور اظہار رائے کی آزادی کا احترام کرنے کا دعویٰ بھی کرتا ہو لیکن جہاں فرد کے حقوق کی خلاف ورزی من مانے انداز میں کی جاتی ہو۔ ■

آلٹ نیوز کے شریک بانی محمد زبیر اور سماجی کارکن ٹیسٹا سیتلواد کی گرفتاری کے خلاف عوامی طور پر احتجاج تو ضرور ہوئے لیکن سیاسی جماعتوں اور مین اسٹریم میڈیا کی طرف سے اس پر تنقیدیں نہیں ہوئیں، حالانکہ اس کے خلاف انہیں بولنا چاہئے تھا (تصویر: پی ٹی آئی)